المنتظر عج

محرم الحرام سنہ ۱۴۰۸ھ — نشریہ خصوصی

مُحرّم

محرّم........ ماہ حسینؑ........ ماہِ اہل بیتؑ پیغمبر اسلامؐ........
ماہ اصحاب حسینؑ........ ماہ یاران حسینؑ........ یادوں کی تجدید کا مہینہ......
جذبات سے پُر یادیں اور ساتھ ہی پُرشکوہ اور قابل فخر۔

چودہ سو سال پہلے، اس مہینے کی دسویں تاریخ (عاشورا) کو، ایک الم انگیز واقعہ ظہور میں آیا جس کی یادیں نہ صرف یہ کہ آج تک دل سے مٹی نہیں بلکہ روز بروز اس کے شکوہ، اس کی عظمت وجلالت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

اے عاشورا، تو کیا ہے؟

آج سے ایک ہزار تین سو سینتالیس سال پہلے، ایک دور دراز سرزمین پر، ایسے خشک ریگزار میں جہاں زندگی کا نام ونشان نہ تھا، تیری تابندگی کا آغاز ہوا، جسم کی سرحدوں کو توڑتا، پھلانگتا روح میں پیوست ہو گیا۔ دلوں پر قبضہ کرکے اپنا تابع اور قلوب کو اپنا محور بنا لیا، کروڑوں انسانوں کو اپنا والہ وشیدا کر لیا، اب حالت یہ ہے کہ قلب انسانی تیرا نام سنتے ہی کانپ جاتا ہے، روحیں ایمان کی جِلا سے روشن ومنور ہو جاتی ہیں۔

اے عاشورا! تیرا سورما کون ہے؟

بتا تو سہی، اپنے الٰہی سورما سے ہمیں پھر روشناس کرا دے، وہی سورما جس نے تجھے خلق کیا ہے، جس نے تجھے جاودان بنا دیا ہے۔

اے عاشورا کے عظیم سادنت!.... اے حسینِ محمدؐ.... اے مسلمانوں کے برحق تیرے امام اے پیغمبر اسلامؐ کے نواسے.... اے علیؑ وفاطمہؑ کے دلبند.... اے معنیٔ "ذبح عظیم".... اے وہ ذات کہ تیرا نام غم واندوہ کی گھنگھور گھٹا اپنے ساتھ لاتا ہے.... اور تیری الم انگیز داستان آنکھوں کو آنسوؤں کا تحفہ دیتی ہے، تیرا محرّم کروڑوں مرد اور عورت کے چہرۂ حیات کو بدل دیتا ہے.... سلام۔ خدائے عزّوجل کا سلام ہو تجھ پر، تیرے بچوں کی مقدس روحوں پر، تیرے فداکار اور جانثار دوستوں پر، تیرے تشنہ شیر خوار پر۔

بے پایاں درود وسلام تیرے ان دوستوں کی روحوں پر جنہوں نے بھرپور شجاعت و وقار کے ساتھ اپنی جانوں کو خلوص کی ہتھیلیوں پر رکھتے ہوئے، تیرے مقدس اور پاکیزہ رکاب میں اپنے آپکو دین وشریعت اسلام پر قربان کر دیا۔ جنہوں نے اپنی جانیں دیکر قرآن اور عترت پیغمبرؐ کی طرف سے بھرپور دفاع کیا اور اپنے خون کی دھاروں کے ذریعہ یزیدیت کی بادسموم سے بچا کر اسلام کے درخت کی آبیاری کی اور کربلا کی مقدس اور مبارک سرزمین کو رنگین بنا دیا۔ اور اس کی پاکیزہ مٹی کو اپنے بدن کے ٹکڑوں سے عظمت وجلالت عطا کی۔

اے بقیۃ اللہ، اے مہدیؑ پیغمبر اسلامؐ، اے یوسف فاطمہؑ، اے حسین کے دلبر، اے اپنے جدّ مظلوم کے خون کا بدلہ لینے والے، اے آقا، اے مولائے جہاں، اے ہمارے عہد کے امام، اے کہ جو اپنے جدّ شہید کی شہادت پر عزاداری برپا کرتا ہے اور اُنکے غم میں خون کے آنسو روتا ہے،.... ہم بے نواؤں کا پرسہ قبول کیجئے۔ اے شیعیان علی! اَعْظَمَ اللہُ اُجُوْرَنَا بِمُصَابِنَا الْحُسَیْنؑ.....

اے خدائے بزرگ وبرتر! مصیبت حسینؑ پر سوگواری وعزاداری کا اجر اور اسکی مزدوری میں ہمیں ہمارے امام زمانہ مہدیؑ کے ساتھ جو تیرے ہی نبیؐ کے خانوادۂ پاک کی ایک فرد ہیں، ہمیں بھی حضرت سید الشہداء کے خون مقدس کے بدلہ لینے والوں میں شامل فرما۔

بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّآلِہِ الطَّاھِرِیْن

تاریخ گواہ ہے:

ہجرت نبویؐ کے چوتھے سال آسمانِ ولایت پر ایک درخشندہ وتابناک ستارہ طلوع ہوا۔ فضیلت وانسانیت کے معدن میں ایک بے بہا اور بیش قیمت موتی کی تخلیق ہوئی، اور اس نے روئے زمین پر اپنے مبارک قدم رکھے۔ امامت وولایت کے چمنستان میں اپنی خوشبو بکھیرتا ہوا ایک نیا پھول کھلا۔ یہ وہ مولود تھا جس کی ماں مصدر عصمت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا تھیں اور پدر بزرگوار علی جیسا معصوم شخصیت کا حامل تھا۔ دنیا میں آیا تو اس کا بابرکت نام حسینؑ تھا۔ حسینؑ نبی اسلامؐ کا دوسرا نواسہ، تیسرا امام، پانچواں معصوم ہے، کنیت ابو عبداللہ اور لقب سید الشہداء۔

امام حسین علیہ السلام کی ولادت سے رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تک چھ سال اور کچھ مہینوں کی مدت ہوتی ہے۔ لوگوں نے اس محبت، دلی تعلق اور الطاف وعنایات کو اچھی طرح دیکھا جس کا مظاہرہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسینؑ کے بارے میں فرمایا اور حسین کی فضیلت وعظمت اور عظیم مرتبے سے واقف بھی ہو گئے تھے۔ سلمانؓ کہتے ہیں:۔ میں نے دیکھا کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسینؑ کو اپنے زانوؤں پر بٹھائے انہیں بار بار بوسہ دے رہے ہیں اور فرماتے جاتے ہیں: تو خود عظیم اور باعظمت باپ کا بیٹا اور باعظمت اماموں کا باپ، تو خود امام اور امام کا بیٹا، تو خود بھی حجّت خدا، حجت خدا کا بیٹا اور خدا کی حجتوں کا باپ ہے جو تعداد میں نو نفر ہیں۔ ان کا آخری قائمؑ (حضرت مہدی علیہ السلام) ہوگا۔ (مقتل خوارزمی جلد ۱، کمال الدین)

سب سے بلند وبرتر، سب سے زیادہ پرخلوص اور سب سے زیادہ بولتا ہوا روحانی اور ملکوتی تعلق ورابطہ پیغمبر اکرمؐ اور حسین کے درمیان، خود پیغمبر اکرمؐ کے اس جملے میں کہا جاسکتا ہے: "حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ (ترمذی جلد ۵)

حسینؑ تازہ تازہ اپنے جد بزرگوار پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقتوں سے محروم ہوئے تھے کہ ان کی مادر گرامی کو دروازے اور دیوار کے درمیان پیس کر شہید کر دیا گیا تھا حسینؑ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے میوۂ دل تھے، وہ ماں جو خود معصوم تھی وہ جانتی تھی کہ اس کے میوۂ دل کا انجام بڑے ہی الم انگیز اور دردناک طریقے سے شہادت کی شکل میں ہوگا۔

امام حسین علیہ السلام اپنے نانا پیغمبر خداؐ اور مادر گرامی فاطمہ زہراؑ کے بعد تیس سال تک اپنے پدر بزرگوار کے سایۂ عاطفت میں رہے۔ وہ باپ جس نے عدل وانصاف کے سوا کوئی حکم نہ دیا، عبادت وبندگی خدا کے علاوہ کبھی زندگی نہ گذاری، خدا کے سوا کسی اور پر نظر نہ رکھی، خدا کے سوا کسی اور کو نہ چاہا، خدا کے سوا کسی اور چیز کو نہ پایا۔ امام حسینؑ نے ان چند برسوں میں جب آپ کے پدر بزرگوار امیر المومنین علیہ السلام ظاہری خلافت کے سربراہ کی حیثیت سے تھے، ایک فداکار سپاہی کی مانند جمل، صفین اور نہروان کی جنگوں میں داد شجاعت دی (الاصابہ جلد ۱) اس طرح آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار اور دین خدا کی حمایت فرمائی۔ یہاں تک کہ بسا اوقات غاصبین خلافت کے مجمع میں بڑے بیباکانہ انداز میں ان پر اعتراضات بھی کئے۔

مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شہادت کے بعد، رسولخداؐ کے ارشاد اور امیر المومنین علیہ السلام کی وصیت کے مطابق، شیعوں کی امامت ورہبری ان کے بڑے بھائی امام حسن علیہ السلام تک پہونچی اور تمام مسلمانوں پر واجب ہو گیا کہ اپنے

دوسرے امام کے احکام و فرامین پر کان دھریں چونکہ امام حسین علیہ السلام بھی وحی محمدی اور ولایت علوی کے پروردہ تھے اس لئے آپ؈ اپنے بھائی کے ہمراہ ان کے مددگار اور ہم فکر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام اسلام کی مصلحتوں اور مسلمان معاشرے کی فلاح و بہبود کے پیش نظر حکم خدا سے اس امر پر مجبور ہو گئے کہ معاویہ سے صلح کر لیں تو ان تمام بے چینیوں اور مصیبتوں کو برداشت کیا جو معاویہ کے مظالم کی وجہ سے وجود میں آئی تھیں۔ اس موقع پر حسین ابن علی علیہما السلام بھی اپنے بھائی کی مصیبتوں میں برابر کے شریک رہے اور ان کے حکم سے سرتابی نہ کرتے ہوئے ان کے مطیع و فرمانبردار رہ کر ان کے تمام احکام کو سر آنکھوں سے لگایا۔

جب امام حسن علیہ السلام کو زہر دغا سے شہید کر دیا گیا تو رسول خداؐ کے ارشاد امیر المومنینؑ اور امام حسن علیہما السلام کی وصیت کے مطابق شیعوں کی امامت و رہبری تیسرے امام یعنی امام حسین علیہ السلام کی طرف منتقل ہو گئی اور خدائے عز و جل کی جانب سے اسلامی معاشرے کی راہنمائی کے لئے مقرر ہوئے۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے بڑے بھائی کی طرح دیکھا کہ معاویہ اسلام کی قدرت و اقتدار کا سہارا لیکر اسلامی حکومت کے تخت پر بغیر کسی حق کے مسند نشین ہے اور اسلامی سوسائٹی اور معاشرے کی بنیادوں اور خدائی قوانین کو تباہ و برباد کر رہا ہے۔ اس غاصب اور تخریب کار حکومت سے مسلمانوں کی اکثریت مصائب و آلام کے بوجھ تلے دبی جا رہی ہے۔ اپنی حکومت کے زمانے میں معاویہ لوگوں سے یزید کی ولی عہدی کے لئے بیعت لینے کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھا۔ امام حسینؑ نے شدت کے ساتھ اس کی مخالفت کی اور کسی قیمت پر بھی یزید کی بیعت نہ کی۔ کبھی کبھی تو بہت ہی تلخ اور سخت لہجے میں معاویہ سے گفتگو کی یا پھر ایسا کوئی خط لکھا جس سے معاویہ کا خواب چور چور ہوتا نظر آیا۔ (کشف الغمہ جلد ۲) معاویہ نے بھی یزید کیلئے ان سے بیعت پر اصرار نہ کیا۔ یہاں تک کہ معاویہ ہلاک ہو گیا۔

سنہ ۶۰ ہجری میں یزید، معاویہ کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا اور اس پر بضد ہوا کہ امام حسین علیہ السلام سے بیعت لے یا پھر ان حضرت کو شہید کر دے۔ کیوں کہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ مسند خلافت اس کا حق نہیں ہے اور اسی وجہ سے وہ گھبرایا ہوا تھا۔ امام حسینؑ نے یزید کے ہاتھوں پر بیعت نہ کی۔ اور اپنے قافلے کے ساتھ مدینہ سے مکہ معظمہ کی جانب چل پڑے۔ کوفے اور بصرہ کے کچھ لوگ اس بات کے خواہشمند ہوئے اور خطوط لکھے کہ حضرتؑ کوفہ تشریف لے آئیں اور ان کے امور کی سربراہی اپنے ہاتھوں میں لے لیں۔ امام حسینؑ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا تاکہ وہ نزدیک سے کوفے کے اجتماعی حالات کا جائزہ لیکر ان کے ردعمل کو معلوم کریں۔ اور پھر حضرتؑ کے پاس لکھیں۔ حضرت مسلمؑ کوفہ پہنچے ان کا بے مثال گرمجوشی کے ساتھ استقبال ہوا۔ ہزاروں افراد نے امام کے نمائندے کی حیثیت سے ان کے ہاتھوں پر بیعت کی اور حضرت مسلمؑ نے بھی امام حسینؑ کے نام ایک خط لکھا اور انہیں کوفہ آنے کی دعوت دی۔ اگرچہ امام حسینؑ کوفیوں کو اچھی طرح پہچانتے تھے لیکن اتمام حجت اور پروردگار کے احکام کے اجراء کا مصمم ارادہ کر لیا اور طے کر لیا کہ کوفے جائیں گے۔ یزید نے جس کے پاس حضرت مسلم کے کوفہ پہونچنے اور کوفہ والوں کے بیعت کرنے کی خبر پہونچ چکی تھی، ابن زیاد کو کوفہ روانہ کیا۔ ابن زیاد نے اہل کوفہ کے ایمان کی کمزوری، منافقت اور خوف و ہراس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لوگوں کو ڈرا دھمکا کر جناب مسلمؑ سے برگشتہ کر کے منتشر کر دیا۔ اور جناب مسلم کو بھی شہید کر دیا (جناب مسلم پر خدا کا سلام ہو) اسکے بعد ابن زیاد کا اقدام یہ تھا کہ اس نے کوفہ والوں کو امام حسینؑ کے خلاف بھڑکانا شروع کیا۔ نوبت باینجا رسید کہ امام حسینؑ کو خط لکھ کر دعوت دینے والوں میں سے چند افراد نے جنگی اسلحے سنبھال کر جنگی لباس پہن لئے اور اس انتظار میں رہے کہ جگر گوشۂ زہرا سلام اللہ علیہا آئے تو انہیں شہید کر دیں۔

امام حسینؑ کے ہمراہیوں پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان پر فوجی رنگ بہت کم تھا اور اور صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ سبھی سفر کیلئے نکلے ہیں کیوں کہ فوجی نقل و حرکت میں عورتیں اور بچے ساتھ نہیں لائے جاتے اور ایسے پڑاؤ نہیں ڈالے جاتے جہاں ہر ایک کی آمد و رفت آزادانہ ہو بہرحال امامؑ اسی رات سے جب آپؑ مدینہ سے نکلے تھے اور پوری اس مدت میں جبتک مکہ میں قیام رہا، مکہ سے کربلا کے پورے راستہ میں، حتیٰ کہ شہادت کے دن تک کبھی اشارے سے تو کبھی کھلکر یہ اعلان کرتے آئے تھے کہ: میرے سفر کا مقصد یزید کی مخالف اسلام حکومت کو رسوا کرنا، لوگوں کو نیکیوں کی ہدایت کرنا اور برائیوں سے روکنا، ظلم و ستم اور جور و جفا کے ہاتھوں بیعت نہ کرنا، قرآن کی حمایت اور دین محمدی کو زندہ رکھنے کے سوا دوسرا کوئی نہیں۔

رسول گرامی مرتبتؐ، امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ اور امام حسن صلوات اللہ علیہ وسلامہ نے امام حسینؑ کی شہادت کی بارہا خبر دی تھی اور خود امام حسینؑ بھی علم امامت سے جانتے تھے کہ اس سفر کا خاتمہ خود ان حضرتؑ کی شہادت پر ہوگا۔ لیکن آپؑ ان میں سے نہ تھے جو آسمانی دستور اور فرمان الٰہی کے مقابلے میں اپنی جان کی قدر و قیمت کے قائل ہوں یا اپنے گھر والوں کی اسیری کی بنا پر کسی واہمہ کو دل میں داخل ہونے دیں۔ آپؑ وہ تھے جو راہِ خدا میں مصیبتوں پر صبر کو کرامت و بزرگی اور شہادت کو نیک بختی و سعادت خیال کرتے تھے — آخر کار حسینی کارروان کربلا کی سرزمین پر وارد ہوا، سپاہ کفر و نفاق نے اسے اپنے نرغے میں لے لیا اور انہیں خبر دی کہ یا جنگ یا بیعت، امامؑ نے بیعت کرنا قبول نہ کیا۔ ان لوگوں نے جنگ چھیڑ دی۔ امام حسینؑ نہ صرف تنہا بلکہ اپنے ایسے اصحاب اور ایسے فرزندوں کے ساتھ جن میں کا ہر ایک افق اسلام کا تابندہ ستارہ تھا ایک ایک کر کے میدان جنگ میں گئے اور شہید ہو گئے اور خدا کے ان بندگان خاص کا خون دشت کربلا کے تپتے ہوئے ذرات کو لالہ زار بناتا رہا، آپؑ کا مقدس گھرانا بھی قیدی بنا لیا گیا لیکن اسیروں کا یہ قافلہ شہروں شہروں، بازاروں بازاروں، مسجدوں مسجدوں ابن زیاد کی متعفن بارگاہ اور یزید کے نجس اور منحوس دربار میں، تقریر کیلئے منہ کھولتا ہے تو بنی امیہ کے مجرم اور ٹکڑخوروں کے مکروہ چہروں پر سے مکر و فریب کے زرق برق پردوں کو اٹھا دیتا ہے اور ثابت کر دیتا ہے کہ اسلام میں ایسے بے دین حاکموں کی گنجائش نہیں اور ساتھ ہی عوام کے سامنے اپنی حقانیت کو بھی ثابت کر دیتا ہے۔ امام حسینؑ اور ان کے اصحاب باوفا کی شہادت کے وقت سے لیکر آج تک ان حضرتؑ کے دوست اور شیعہ ہر سال حسینؑ اور اصحاب حسین کے خون میں نہانے اور انکے انقلاب اور انکی شہادت کی یادگار کے طور پر مراسم سوگواری اور مجالس عزا برپا کر کے اس عظیم اور غم انگیز واقعہ کو یاد دلاتے ہیں۔ چھٹے امام برحق حضرت جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "کسی مصیبت میں رونا اور اضطراب اور بے چینی کا اظہار مناسب نہیں سوائے حسین بن علیؑ کی مصیبت کے جسکا ثواب اور جسکی جزا بہت ہی گرانمایہ اور بیش قیمت ہے" (کامل الزیارات)۔

اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ دوستداران اہلبیت اطہار اور شیعیان سید الشہداء حضرت ابوعبداللہ الحسینؑ کی حیثیت سے ان حضرتؑ، ان حضرتؑ کے پاکیزہ خاندانوں اور ان کے باوفا ساتھیوں کے یوم شہادت کو زیادہ سے زیادہ اہتمام کے ساتھ منائیں، مجالس عزا منعقد کریں، خود روئیں دوسروں کو رلائیں، انتہائی غم و اندوہ کا مظاہرہ کریں اسی طرح جیسے ہمارا دل حسین کی طرف اور حسین کیلئے تڑپتا اور خون کے آنسو روتا ہے۔ اپنے جسم کے تمام اعضاء و جوارح کو بھی اسی مقصد کیلئے قرار دیں، نہ صرف یہ کہ دل سے ان کے سچے دوستدار اور پیرو بن جائیں، اور سبط رسول الثقلین کو زندگی کے ہر پہلو کیلئے چاہیے وہ اجتماعی ہو یا جسمانی یا پھر روحانی، اپنے لئے نمونۂ عمل قرار دیں تاکہ دنیا و آخرت دونوں ہی میں ان کے دوستدار اور شیعہ قرار پائیں۔

امام حسینؑ کا تابندہ چہرہ

آئینۂ قرآن میں

اہل بیت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں، جن میں امام حسین علیہ السلام بھی شامل ہیں، قرآن کریم میں بہت سی آیتیں موجود ہیں۔ ان میں سے ہم صرف تین آیتوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ اگر کوئی چاہتا ہو کہ اس موضوع سے متعلق تمام آیتوں سے باخبر ہو جائے تو وہ شیعہ اور سنی حدیث اور تفسیر کی کتابوں کی جانب رجوع کر سکتا ہے۔ اس مقام پر ہر قسم کے شبہات اور باطل خیالات کی تردید کے لئے ان آیتوں کے تفسیری مآخذ کو برادران اہل سنت کی معتبر کتابوں سے نقل کر رہے ہیں تاکہ آپ اس بات سے مطلع ہو جائیں کہ امامت کا مسئلہ اسلام سے متعلق ہے صرف شیعوں ہی تک محدود نہیں۔

پہلی آیت: "قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ......" (شوریٰ: ۲۳) یعنی :۔ اے رسول کہدو! میں تم سے رسالت کا بدلہ کچھ نہیں چاہتا، صرف یہ کہ میرے قرابتداروں سے محبت کرو۔ جن قرآنی آیات سے امام حسین علیہ السلام کی عظمت اور ان کے بلند مقام کا اظہار ہوتا ہے ان میں ایک آیت یہ بھی ہے۔ احمد بن حنبل مسند میں، ابونعیم، ثعلبی، طبرانی، حاکم نیشاپوری، شبراوی، ابن حجر، زمخشری، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، سیوطی اور علمای بزرگ اہل سنت کی دوسری جماعتوں نے بھی ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو پیغمبر اکرمؐ سے پوچھا گیا کہ اے خدا کے رسول! آپ کے قرابتداروں میں جن کی محبت ہم پر واجب قرار دی گئی ہے کون لوگ ہیں؟

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا "علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے ہیں"

اس حدیث کی اصل عبارت کو الاتحاف صفحہ ۵ اور صواعق محرقہ صفحہ ۱۶۸ پر دیکھا جا سکتا ہے۔

دوسری آیت:

"..... إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝

یعنی: خدا کا ارادہ ہے کہ "اے اہل بیت رسول تم کو ہر قسم کی آلودگی اور برائی سے دور رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے"

یہ آیت آیۂ تطہیر کے نام سے مشہور ہے۔ سنی اور شیعہ کے درمیان مشہور متواتر حدیثوں کے مطابق کائنات کی پانچ ممتاز شخصیتوں کے چادر کے نیچے اکٹھا ہو جانے کے موقع پر یہ آیت نازل ہوئی تھی وہ پانچ شخصیتیں ہیں محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ۔

یہ آیت سید الشہداء حسین ابن علیؑ کی عصمت اور آپؑ کے مرتبے کی عظمت و جلالت پر دلالت کرتی ہے۔ یوں تو حدیث کساء کے سلسلے میں بہت سی روایتیں پائی جاتی ہیں جسے بطور اجمال بیان کر رہے ہیں۔ ایک دن رسول خداؐ جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے خانۂ اقدس پر تشریف لائے۔ ایک یمنی چادر طلب کر کے آرام فرمانے لگے، امام حسنؑ، امام حسینؑ علی بن ابی طالب اور فاطمۂ زہرا سلام اللہ علیہم اس چادر میں یکے بعد دیگرے سبھی داخل ہو گئے۔ جب خدا کی یہ پانچوں بزرگ اور برگزیدہ شخصیتیں چادر میں داخل ہو گئیں تو رسول اکرمؐ نے فرمایا: خدایا! یہی میرے اہل بیت اور میرے خاندان والے ہیں انہیں ہر قسم کی نجاست سے اور آلودگی سے دور رکھ۔

مشہور و معروف عالم اہل سنت "حسکانی نیشاپوری" نے "شواہد التنزیل" میں ان روایتوں کو مختلف طریقوں سے متعدد راویوں سے جمع کیا ہے جس کی مجموعی تعداد ایک سو تیس روایتوں تک پہونچتی ہے۔

قارئین عزیز! ان حدیثوں کے منابع و مآخذ اور انکے راوی، جو اس آیۃ مبارکہ کو صرف انہیں پانچوں ذوات مقدسہ تک محدود رکھتے ہیں، تعداد میں اس قدر زیادہ ہیں کہ اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی ہی نہیں رہ جاتی۔ یہاں تک کہ شرح "احقاق الحق" میں ستر سے زیادہ منابع کو جن کا تعلق اہل سنت سے ہے جمع کیا ہے۔

تیسری آیت:

خداوند متعال و مہربان سورۂ آل عمران کی آیت ۶۱ میں اپنے پیغمبر اکرمؐ سے ارشاد فرماتا ہے:

"فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۝

یعنی پس اب جو تم سے (عیسیٰ کے بارے میں) کٹھ حجتی کرے، جبکہ وحی الٰہی کے ذریعہ سے ان کے پورے حالات سے آگاہ ہو گئے، تو ان سے کہدو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ، ہم اپنے نفسوں (اپنے جیسوں) کو بلائیں تم اپنے نفسوں کو بلاؤ۔ پھر ہم مباہلہ اور روحانی مقابلہ کریں پس ہم جھوٹوں پہ خدا کی لعنت قرار دیں۔

جو آیت حضرت سید الشہداء حسین بن علی علیہما السلام کی فضیلت اور مرتبے اور مقام کی بلندی پر مسلمانوں کے درمیان متفقہ طور پر گواہ اور گویا ہے یہی آیت ہے جسے آیۃ مباہلہ کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ مباہلہ مروّج مفہوم و مطلب کے لحاظ سے دو آدمیوں کا ایکدوسرے پر لعنت کرنا ہے۔ اس طرح کہ اگر کچھ لوگ کسی اہم مذہبی مسئلہ پہ آپس میں گفتگو کر رہے ہوں اور ان میں کسی ایک بات پر اتفاق اور ایکانہ ہو تو خدا کی بارگاہ میں گڑگڑاتے ہوئے اس سے فریاد کریں کہ جھوٹے کو فوراً سزا دے۔

اسلامی روایات میں وارد ہوا ہے کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نجران کے مسیحی نمائندوں کے درمیان مباہلے کی نوبت آئی۔ تو نجران کے عیسائیوں نے پیغمبر اکرمؐ سے مہلت مانگی کہ اس مسئلہ پر غور کریں گے اور اپنے بزرگوں سے مشورہ کریں گے۔ اس مشورے کا نتیجہ ہوا کہ ان کے بزرگوں نے مشورہ دیا کہ اگر محمدؐ اپنے ساتھ ادھر ادھر کے لوگوں کی بھیڑ لاکر مباہلہ کریں تو بے دھڑک مباہلہ کر لینا۔ کیوں کہ ایسی صورت میں یہ سمجھ لینا کہ اس میں حقیقت کی قطعاً کوئی کارفرمائی نہیں اسی لئے وہ ادھر ادھر کے لوگوں کی بھیڑ لیکر مباہلے کیلئے آئے ہیں لیکن اگر ان کے ساتھ چند افراد ہوں اور وہ بھی ان کے قریب ترین اور عزیز ترین رشتہ دار اور

چھوٹے اور کمسن بچے مباہلے کے مقام پر آئیں تو پھر سمجھ لینا کہ وہ خدا کے پیغمبر ہیں، پھر ان سے مباہلہ کرنے سے بچنا کیوں کہ تمہارے لئے یہ اقدام بہت ہی خطرناک ثابت ہوگا۔

نجران کے عیسائی پہلے سے طے شدہ مقام پر پہونچے تو ناگاہ انہوں نے دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آغوش میں اپنے نواسے حسین علیہ السلام کو لئے ہوئے ہیں۔ حسن کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے ہیں۔ درمیان میں فاطمہؑ ہیں اور ان کے پیچھے علی ابن طالب علیہ السلام ہیں اور آنحضرتؐ ان سے فرما رہے ہیں کہ جب میں دعا کروں تو تم لوگ "آمین" کہنا۔

نجران کے عیسائیوں نے جب یہ منظر دیکھا تو بہت زیادہ گھبرا گئے اور مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ مصالحت کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا۔

شیعہ اور سنی مفسروں نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ آیۂ مباہلہ آل محمد علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور پیغمبر اکرمؐ جن ذوات مقدسہ کو اپنے ہمراہ وعدہ گاہ میں لے گئے تھے وہ آپ کے دونوں بیٹے حسنؑ و حسینؑ، آپ کی چہیتی بیٹی فاطمہؑ اور علی علیہ السلام تھے۔ ان کے علاوہ دوسرا کوئی نہ تھا۔

شہید ثالث قاضی سید نوراللہ شوستری نے، جو شیعوں کے ایک زبردست عالم تھے انہوں نے اپنی کتاب "احقاق الحق" طبع جدید کی تیسری جلد میں تحریر کیا ہے:

"مفسرین اس مسئلہ میں اس امر پر اتفاق کرتے ہیں کہ درج بالا آیت میں "ابناءنا" سے حسنؑ و حسینؑ، "نساءنا" سے فاطمہؑ اور "انفسنا" سے علی مرتضیٰؑ کی جانب اشارہ ہے۔ پھر کتاب مذکور کے فٹ نوٹ میں تقریباً اہل سنت حضرات کے ساٹھ علماء سے نقل کیا ہے کہ ان تمام مفسرین نے وضاحت کی ہے کہ آیۃ مباہلہ اہلبیت (پنجتن) کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور ان کتابوں کے نام، ان کے مولف کے بارے میں پوری پوری تفصیل دی ہے۔ غرضکہ ان بزرگ علماء میں سر فہرست جن کے اسماء ہیں اور جن سے یہ واقعہ نقل ہوا ہے وہ ہیں:

۱۔ مسلم نیشاپوری، صاحب "صحیح" جن کی کتاب کا شمار صحاح ستہ میں ہوتا ہے۔ جو اہل سنت کے یہاں معتبر کتابوں میں شمار کی جاتی ہیں، ساتویں جلد صفحہ ۱۲۰ طباعت محمد علی صبیح۔ مصر۔

۲۔ احمد بن حنبل کتاب "مسند" کی پہلی جلد صفحہ ۱۸۵ پر، طبع مصر۔

۳۔ طبری اپنی مشہور تفسیر میں اسی آیت کے ذیل میں، تیسری جلد صفحہ ۱۹۲۔ طبع میمنیہ مصر

۴۔ مفسر طنطاوی تفسیر الجواہر میں دوسری جلد صفحہ ۱۲۰ طبع مصطفی البابی الحلبی۔ مصر۔

۵۔ علامہ قرطبی کتاب "الجامع لاحکام القرآن" میں تیسری جلد صفحہ ۱۰۴، طبع مصر ۱۳۳۶ھ ہجری۔

دوستو! علیؑ، فاطمہ زہراؑ و حسنؑ اور حسینؑ کو مباہلہ میں لیجانا حکم خدا سے تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ چاروں نور مقدس جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ میدان مباہلہ میں موجود تھے۔ مخلوقات میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ مرتبے والے اور پیغمبر اکرمؐ کے نزدیک سب سے زیادہ پیارے اور چہیتے تھے۔ غرضکہ حضرت سید الشہداءؑ کے بے شمار فضائل و مناقب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپؑ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہمراہ اصحاب مباہلہ میں تھے۔ یہ وہ فضیلت ہے جو کسی اور میں قطعاً نہیں پائی جاتی۔ کیوں کہ مباہلہ بھی خدا ہی کے حکم سے کیا گیا تھا اور جن ذوات مقدسہ کو اس میں شریک کیا گیا تھا وہ بھی فرمان خدا ہی سے تھا۔

اپنے جد مظلوم پر گریہ امام زمانہ

بحار الانوار، جلد ۱۰۱ (طبع جدید) کتاب المزار میں ایک زیارت بنام "زیارت ناحیہ" ہے۔ جو امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے وجود مقدس سے منسوب ہے اس زیارت میں حضرت ولی عصرؑ نے اپنے غریب الوطن جد مظلوم پر شدید تاثر، غم و اندوہ اور گریہ کا اظہار اپنے مختلف فقروں میں فرمایا ہے۔ ہم یہاں نمونے کے طور پر اس زیارت کے چند جملوں کے تذکرے پر اکتفا کرتے ہیں۔ قوی امید ہے کہ شیعہ اپنے اس عظیم اور پردۂ غیبت میں رہنے والے امامؑ کی پیروی کرتے ہوئے حضرت سید الشہداء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزاداری میں اسی قدر سعی و کوشش اور جد و جہد بروئے کار لائیں گے جو ان حضرت کی مظلومیت کے شایان شان ہے۔ امام زمانہ علیہ السلام نے فرمایا:

"فَلَأَنْدُبَنَّكَ صَبَاحًا وَمَسَاءً وَلَأَبْكِيَنَّ عَلَيْكَ بَدَلَ الدُّمُوعِ دَمًا حَسْرَةً عَلَيْكَ وَتَأَسُّفًا وَتَحَسُّرًا عَلَىٰ مَا دَهَاكَ وَتَلَهُّفًا حَتَّىٰ أَمُوتَ بِلَوْعَةِ الْمُصَابِ وَغُصَّةِ الْاِكْتِيَابِ"

یعنی اے میرے جد مظلوم و غریب! اس قدر تجھ پر صبح و شام گریہ کریں گے اور اس قدر روئیں گے کہ آنسوؤں کے بدلے آنکھوں سے خون رواں ہوگا۔ ایسا رونا جس کی بنیاد تجھ پر حیرت و افسوس، غم و اندوہ اور جگر سوزی ہے۔ اس المناک اور اذیت انگیز عظیم سانحہ کی وجہ سے جو تیرے ساتھ پیش آیا۔ یہاں تک کہ تیری اس جگر سوز اور اندوہناک مصیبتوں کے اثر سے قریب ہے کہ غم و اندوہ گلوگیر ہو جائے اور میری روح پرواز کر جائے۔

درج بالا جملے واضح طور پر اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ حضرت بقیۃ اللہ الاعظمؑ ارواحنا فداہ اپنے جد بزرگوار کی مصیبتوں پر کس قدر نالہ و زاری اور گریہ و بکا فرماتے ہیں اور کتنے مغموم و محزون ہیں۔ اسی لئے ہم شیعوں کا فریضہ ہے کہ حضرت سید الشہداءؑ پر گریہ و بکا اور آہ و زاری میں حضرت ولی عصرؑ کے ہمراہ اور ہم گام ہوں۔ دوسری بات اہم اور غور طلب بات یہ ہے کہ جب عالم امکان کے دھڑکتے دل اور جنات و انسان کے آقا یعنی امام زمانہؑ حضرت سید الشہداءؑ کی مصیبتوں پر اپنی اشک ریزی کا حال اس طرح بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں آنسوؤں کے بدلے خون روتا ہوں تو آپؑ کے اس فقرے سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ جانکاہ حادثہ کس قدر گہرائی اور گیرائی کا حامل ہے۔ اور اسلام کے دعویداروں نے آل رسول اور فرزند حضرت بتولؑ پر کیا کیا مظالم کئے ہیں اور اہل بیت اطہار علیہم السلام سے متعلق اپنے فرائض کس طرح پورے کئے ہیں۔

عزیزو! جو مجلسیں امام حسین علیہ السلام اور ان کے اعزا و اصحاب کی یاد اور ان کے نام پر برپا کی جائیں ان میں جہاں تک ممکن ہو شرکت ضرور کیجئے۔ اصل میں یہ مجلسیں جگر گوشۂ زہرائے رسالتؑ کی فاتحہ خوانی کی مجلسیں ہیں۔ ان کی مادر گرامی بہلو شکستہ فاطمۂ زہرا اور دوسرے معصومین علیہم السلام خاص طور پر امام زمانہ علیہ السلام ان مجلسوں کے بانی اور عزادار ہیں۔ اپنے پیاروں پر روتے ہیں۔ آیئے ہم اور آپ بھی جو کہ ان کے محب اور چاہنے والے ہیں۔ ان نورانی مجلسوں میں، امام باڑوں اور مسجدوں وغیرہ میں خلوص دل کے ساتھ بغیر کسی تصنع اور ریا کے جوش و خروش کا مظاہرہ کرتے ہوئے شرکت کریں اور اہلبیت پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تنہا یادگار

بقیہ صفحہ ۱۰ پر

فدیۂ آخری

امتحاں عشق کا دن بھر ہوا اناللہ　　فدیۂ آخری اصغر ہوا اناللہ

خالی اک دن میں بھرا گھر ہوا اناللہ

دامنِ دشت میں یہ کس کے لہو کی ہے بہار　　ریگِ ساحل کی ہوا دست بریدہ کے نثار

کشتئ حق کا جو لنگر ہوا اناللہ

چپ بھی رہنے کا نہ موقع تھا کہ چہرہ تھا گواہ　　اپنے سقّے کو جو معصومہ نے پوچھا یا شاہ

کہیئے صبر آپ سے کیونکر ہوا اناللہ

منتظر سر کو جھکائے ہوئے ڈیوڑھی پہ حسینؑ　　کس کی رخصت ہے کہ خیمہ کا ہے پردہ بےچین

کون یہ خیمے سے باہر ہوا اناللہ

آپ نے یا شہ دیں کتنی مصیبت جھیلی　　غم عباس نے بازو کی جو طاقت لے لی

تو گراں لاشۂ اکبر ہوا اناللہ

کہتی ہے سرخی عارض کہ مبارک شبیر　　آپ کا لال ہوا فدیۂ درگاہ قدیر

سرخرو دین پیمبرؐ ہوا اناللہ

بارک اللہ کہ سینے میں ہے شبّیر کا دل　　ہے گرانبارئ فرض اس خم گردن سے خجل

طوق جس کے لئے زیور ہوا اناللہ

ہر طرف موت کا پہرہ ہے نہ شیون ہے نہ شین　　شکریہ رات کا اے بیکسئ لاشِ حسینؑ

کہ اندھیرا تری چادر ہوا اناللہ

سجدۂ حق میں رہا فدیۂ موعودِ خلیل　　دھار خنجر کی بھی پھیرے رہی منہ اپنا جمیل

ختم یہ مرحلہ کیونکر ہوا اناللہ

حسینؑ کی معرفت

علماءِ اہلِ سُنّت کے نُقطۂ نگاہ سے

اس امر کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کہ حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام سے متعلق حدیثیں غیر معمولی طور پر زیادہ ہیں۔ یہاں پر نمونے کے طور پر ہم علماءِ اہل سنت کی بیان کردہ چند حدیثوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ تاکہ دشمنانِ اہل بیت اطہار علیہم السلام یہ جان لیں کہ امام حسین علیہ السلام کی عظیم شخصیت صرف اسلام کے ایک ہی فرقے تک محدود نہیں بلکہ اُن حضرتؑ کا تعلق اسلام سے ہے۔

حسینؑ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ہیں:

سنن ابن ماجہ جلد ۱، مصابیح السنۃ جلد ۲، اسد الغابہ اور مطالب السئول وغیرہ میں ایک حدیث "یعلی بن مرہ" سے روایت کی گئی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:-

"حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْ حُسَیْنٍ، اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا، حُسَیْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ"

یعنی "حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہے جو حسینؑ کو دوست رکھتا ہے، حسین اسباط میں سے ایک سبط ہے"

"بخاری" اور دوسری کتابوں میں اسی حدیث کو دوسرے لفظوں میں بھی روایت کیا گیا ہے۔ اہل سنت کے مشہور اور عظیم عالم محب الدین طبری نے "یزید بن ابی زیاد" سے روایت کی ہے، ان کا بیان ہے کہ رسول خداؐ عائشہ کے گھر سے باہر آئے اور فاطمہ زہراؑ کے گھر کے دروازے کے پاس سے گذرے، حسینؑ کے رونے کی آواز سنی تو فرمایا:

"کیا تم نہیں جانتیں کہ اس کا رونا مجھے بے چین کر دیتا ہے؟" (نقل از ذخائر العقبیٰ)

اس موضوع پر اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں۔ صرف نمونے کے لئے ایک حدیث نقل کر دی ہے جو کافی ہے۔

حسینؑ سے دوستی کی فضیلت اور اُن حضرتؑ سے دشمنی کی مذمت:

"طبرانی" جناب سلمان رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے ارشاد فرمایا:-

"جو شخص بھی حسنؑ اور حسینؑ کو دوست رکھتا ہے اس کو میں دوست رکھتا ہوں اور جسکو میں دوست رکھتا ہوں، خدا اسکو دوست رکھتا ہے اور جس کو خدا دوست رکھتا ہے اسے جنت میں داخل کرے گا اور جو شخص ان سے دشمنی رکھتا ہے یا ان پر ظلم و ستم کرتا ہے، میں اس کو دشمن رکھتا ہوں، اور جس کو میں دشمن رکھتا ہوں، اس کو خدا دشمن رکھتا ہے اور وہ اسے جہنم میں داخل کریگا۔ اور اس کے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے۔ (مجمع الزوائد ہیثمی جلد ۹)

حسینؑ کی نصرت و امداد واجبات میں سے ہے:

"انس بن الحارث" جو خود ان لوگوں میں سے تھے جو امام حسین علیہ السلام کی ہمراہی میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ انہوں نے اپنے والد سے جو اصحاب رسول خداؐ اور اہلِ صفہ میں سے تھے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ "میں نے پیغمبر اکرمؐ کو کہتے ہوئے سنا، جب حسینؑ ان کی گود میں تھے، آنحضرتؐ نے فرمایا: "بے شک میرا یہ بیٹا شہید ہوگا ایسی سرزمین پر جسے عراق کہتے ہیں، پس جو شخص اس زمانے میں ہو اس پر واجب ہے کہ اس کی نصرت کرے" (اسد الغابہ، جلد ۱، الاصابہ جلد ۱) ـــــ اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس زمانے کے مسلمانوں نے آنحضرتؐ کے اس ارشاد پر عمل کیا؟

شجرۂ نبوّت کی شاخ اور اس کا پھل:

حموینی، سمعانی، قندوزی اور خوارزمی جن کا شمار بزرگ علماء اہل سنت میں ہوتا ہے، انہوں نے جابرؓ سے روایت کی ہے، ان کا بیان ہے کہ پیغمبر اکرمؐ عرفات میں تھے اور علیؑ ان کے سامنے تھے آنحضرتؐ نے میرے اور علیؑ کی طرف اشارہ کیا ہم دونوں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر آپؐ نے فرمایا "اے علیؑ اور نزدیک آؤ، علیؑ نزدیک گئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا "اے علیؑ! اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو" پھر آپؐ نے فرمایا "اے علی! میں اور تم ایک ہی درخت سے ہیں، میں اس درخت کی جڑ اور بنیاد ہوں اور تم اس کا تنہ (فرع) اور حسنؑ و حسینؑ اس درخت کی شاخیں ہیں۔ جو شخص ان شاخوں میں سے کسی کو بھی پکڑلے گا، خدائے عز و جل اسے جنت میں داخل کریگا، یا علی! اگر میری امت کے افراد اس قدر روزے رکھیں کہ وہ جھک کر کمان کی طرح ٹیڑھے ہو جائیں اور اس قدر نماز پڑھیں کہ کھونٹوں کی طرح سوکھ کر بے حرکت ہو جائیں اور تمہیں دشمن رکھیں تو اللہ انہیں آتش جہنم میں ڈالے گا۔ (فرائد السمطین جلد ۱، مقتل خوارزمی، ینابیع المودۃ)

یہ بتا دینا ضروری تصور کرتے ہیں کہ اس قسم کی حدیثیں مختلف لفظوں میں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔

حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں:

احمد بن حنبل "مسند" میں، بیہقی "سنن" میں، حاکم نیشاپوری "مستدرک" میں، حموینی شافعی "فرائد السمطین" میں، خوارزمی "مقتل" میں ان کے علاوہ اور بھی بزرگ علماءِ اہلسنت ایک حدیث پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جن کے مشہور لفظ یہ ہیں:-

"الحسنؑ والحسینؑ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ"

یعنی حسنؑ اور حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں۔

حسینؑ ریحانۂ رسولؐ ہیں:

"سعید بن راشد" نے نقل کیا ہے کہ حسن اور حسینؑ پیغمبر اکرمؐ کے جانب دوڑتے ہوئے آئے۔ پیغمبر اکرمؐ نے ان میں سے ایک کو بغل میں لے لیا جب دوسرا الزامہ پہنچا تو اس کو بھی دوسری بغل میں لے لیا۔ پھر فرمایا "یہ دونوں دنیا میں میرے ریحان (خوشبودار سبزہ) ہیں۔ جو مجھ کو دوست رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ ان دونوں کو بھی دوست رکھے۔ (ذخائر العقبیٰ)

حضرت قائم آل محمدؑ حسینؑ کی اولاد میں سے ہیں:

"حُذیفہ" نے پیغمبر اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: "اگر دنیا کے فنا ہونے میں ایک دن باقی رہ جائیگا تو خداوند عالم اس دن کو اس قدر طولانی کر دیگا کہ میری اولاد میں سے ایک شخص اٹھے اور انقلاب برپا کرے، وہ میرا ہمنام ہوگا۔ پھر سلمان رضؓ نے عرض کیا: "اے خدا کے رسولؐ! آپ کے کس فرزند کی نسل سے ہوگا؟" پیغمبر اکرمؐ نے حسین پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا کہ میرے اِس فرزند کی نسل سے" (ذخائر العقبیٰ)۔

اے مظلوم آقا! کچھ ہم سے بھی گفتگو کیجئے:

اے عزادران سید الشہداء ؑ! حضرت سید الشہداء کے دہن مبارک سے جو حدیثیں ہم تک پہونچی ہیں یوں تو تعداد میں بہت زیادہ ہیں لیکن اس مقام پر بارہ اماموں کے نام سے ۱۲ حدیثیں ہم اپنے لئے اور آپ حضرات کی راہنمائی کے لئے نقل کرتے ہیں تاکہ انہیں ذہن نشین کرکے ہم اور آپ اس پر عمل پیرا ہوں اور اس مظلوم اور شہید امام ؑ کے دلِ پُر خوں کو شاد کریں۔

پہلی حدیث:

امام مظلوم ؑ فرماتے ہیں:

"سچائی عزت ہے، جھوٹ کمزوری کا مظاہرہ ہے، راز امانت ہوا کرتا ہے، پڑوس رشتہ داری کی مانند ہے، مدد دوستی ہوا کرتی ہے، عمل تجربہ ہے، اچھا اخلاق عبادت ہے، خاموشی زینت ہے، کنجوسی ایک قسم کی محتاجی ہے، سخاوت مال داری ہوا کرتی ہے، نرمی عقلمندی کا دوسرا نام ہے۔ (تاریخ یعقوبی جلد ۲)

دوسری حدیث:

ایک شخص نے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی:

"اے فرزند رسولِ خدا ص میں گناہوں سے آلودہ ہوں اور مجھے قابو نہیں کہ گناہوں سے دور ہو جاؤں، مجھے نصیحت فرمائیے"

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

"پانچ باتیں کرو، اس کے بعد جو چاہے گناہ کرو!

۱ــ خدا کی دی ہوئی روزی نہ کھاؤ اس کے بعد جو چاہو گناہ کرو۔

۲ــ خدا کی سلطنت سے نکل جاؤ، اس کے بعد جو چاہے گناہ کرو۔

۳ــ ایسی جگہ ڈھونڈھ نکالو جہاں خدا تمہیں نہ دیکھے، پھر جو گناہ چاہو کرو۔

۴ــ ملک الموت جب تمہاری روح قبض کرنے آئیں تو انہیں اپنے نفس سے دور کر دو اور روح نہ قبض کرنے دو، پھر جو گناہ چاہو کرو۔

۵ــ جب مالک (جہنم کا خازن) تمہیں جہنم میں لے جائے تو جلنے سے انکار کر دو اور پھر جو چاہو گناہ کرو"

تیسری حدیث:

ایک شخص نے امام حسین علیہ السلام کو لکھا کہ مولا! "مجھے دنیا و آخرت کی بھلائی بتائیے" اس کے جواب میں آپ ؑ نے تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ جو شخص لوگوں کو ناخوش کرکے خدا کی خوشنودی چاہے تو خداوند عالم اس کو لوگوں کی امداد سے بے نیاز کر دے گا، اور جو خدا کو ناراض کرکے لوگوں کو خوش رکھنا چاہے خدا اسے لوگوں ہی کے حوالے کر دے گا (اور اپنی توفیق و تائید سلب کر لیگا۔) (امالی شیخ صدوق رح)

چوتھی حدیث:

حضرت سید الشہداء حسین ابن علی علیہما السلام فرماتے ہیں:

"لوگ دنیا کے بندے ہیں اور دین تو ان کی زبانوں پر (ذائقہ بدلنے کے لئے) چٹنی کی مانند ہے۔ جب تک انہیں یقین رہتا ہے کہ دین ان کی دنیا کے لئے نقصان دہ نہیں تو وہ دیندار رہتے ہیں لیکن جب آزمائش کی گھڑی آجاتی ہے (یعنی ان کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ دنیا کو چھوڑ کر دین سے وابستہ ہو جائیں) تو سچے دیندار افراد بہت کم رہ جاتے ہیں۔ (تحف العقول)

پانچویں حدیث:

شہیدوں کے سید و سردار ؑ کا ارشاد گرامی ہے:

"اے انسان! تیرا سرمایہ اور تیرا وجود، تیری عمر ہے، جو دن بھی تیری عمر کا گذر جاتا ہے تیرے وجود کا ایک حصہ ختم ہو جاتا ہے"

چھٹی حدیث:

ایک شخص نے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ فرزند رسول ؐ میں آپ کے شیعوں میں سے ہوں ــ تو آپ ؑ نے فرمایا:

"خدا سے ڈرو اور کسی بات کا دعویٰ نہ کرو، خدا کا یہی حکم تمہارے لئے ہے، تم اپنے دعوے میں جھوٹ بولے اور گنہگار ہوئے، ہمارے شیعوں میں سے وہ ہیں جن کے دل کھوٹ، آمیزش اور فساد کی باتوں سے پاک و صاف ہوں، ہاں یہ کہو کہ میں آپ کے دوستداروں اور ماننے والوں میں سے ہوں" (بحار الانوار، جلد ۱۷)

ساتویں حدیث:

ایک شخص نے دوسروں کا حق مار کے ایک گھر بنوایا تھا۔ اس نے گھر کی رسم افتتاح میں امام حسین علیہ السلام کو شرکت کی دعوت دی۔ حضرت ؑ نے فرمایا:

"تو نے اپنے آخرت کے گھر کو اجاڑ دیا اور دوسروں کے لئے دنیا کے گھر کو تعمیر کیا زمین پر تو نے عزت و آبرو تو حاصل کر لی لیکن آسمان میں (خدا کے حضور میں) آبرو اور قدر و قیمت نہیں رکھتا" (کمال الدین صدوق)

آٹھویں حدیث:

امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جان لو کہ لوگ اپنی ضرورتوں کے سلسلے میں تم سے رجوع کریں تو خدا کی نعمتوں میں سے یہ بھی تمہارے لئے خدا کی نعمت ہے، چنانچہ اگر لوگ تمہاری جانب رجوع کریں تو انہیں بُرا نہ کہو اور نہ ہی دل چھوٹا کرو" (بحار الانوار، کتاب العشرہ)

نویں حدیث:

فرزند فاطمہ ؑ حضرت سید الشہداء ؑ کا ارشاد ہے:

"اگر تین چیزیں نہ ہوتیں تو فرزند آدم کسی چیز کے آگے سر نہ جھکاتا:

(۱) ناداری (۲) بیماری (۳) اور موت" (بلاغۃ الحسین ؑ)

دسویں حدیث:

دلبند رسول خدا ص کا ارشاد گرامی ہے:

"جس نے ہم سے عداوت کی اس نے پیغمبر خدا ص سے عداوت کی" (بلاغۃ الحسین) (آگے صفحہ ۱۴)

اخلاق و کردار

فطری طور پر انسان اچھے اخلاق اور صالح کردار کا شیدا ہوا کرتا ہے۔ اور جو افراد بلند اور باعظمت کردار کے حامل ہوا کرتے ہیں انہیں دوست رکھتا ہے، بلکہ صرف دوست ہی نہیں رکھتا ان کے پسندیدہ اور عمدہ اخلاق سے متاثر بھی ہوتا ہے۔ اسلام کا تربیتی اور اخلاقی نظام العمل دنیا کے تمام نظامہائے عمل سے بلندتر اور پاکیزہ تر ہے۔ جہاں ایک طرف اخلاق آیات قرآنی اور روایات اسلامی کے مطالب میں سے ایک اہم اور جزو لاینفک حصہ ہے۔ دوسری جانب انسانوں کی تعلیم اور احکام الٰہی کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت کا پہلو بھی رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر نفس کی پاکیزگی اور اخلاقی برائیوں سے چھٹکارا پانے کی جدوجہد اور کوشش کو "جہاد اکبر" کا نام دیا گیا ہے اور اچھے اخلاق کو ایمان کے کمال کے مقصد کی حیثیت سے روشناس کرایا گیا ہے۔ پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:-

"اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ" یعنی میں تو اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاقی بزرگیوں کو ان کے کمال تک پہونچاؤں ــــ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد ائمہ معصومین علیہم السلام انہیں اخلاق کریمانہ کی راہ و روش کو جاری و ساری رکھنے والے ہیں۔ وہ لوگ بھی منجانب اللہ اسی لئے منتخب کئے گئے تھے کہ ان کے عالیترین اخلاق و اسلام کے پسندیدہ اعمال ہیں جن پر عمل کر کے انسان بہترین طریقے سے زندگی بسر کر سکتا ہے، انہیں احکام اخلاق کا بندگانِ خدا کو درس دیں۔

امام حسین علیہ السلام ۵۶ سالہ زندگی پر، جو پوری طرح سے خدا کی مرضی اور خدا کے تقرب ہی کی چاہ میں صرف ہوئی، ایک اجمالی نگاہ ڈالنے سے اس بات کا بخوبی پتہ چل جاتا ہے کہ ان حضرتؑ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ پاک دامنی، خدا کی بندگی، رسالت محمدیؐ کی نشر و اشاعت اور اسلام کے اصلی مفاہیم و مطالب کے بچاؤ میں گذرا ہے۔ اگرچہ ایمان و معرفت خدا، یقین، بصیرت، زہد و تقویٰ، راہ حق پر ثابت قدمی حق پرستی، خدا کی قدرت و ارادہ اور اس کی ذات بے ہمتا پر اعتماد، دنیا کے دلفریب اور پرکشش جلوؤں اور چمک دمک سے چشم پوشی، راہِ حق میں فداکاری اور شجاعت کا مظاہرہ، اور حق و حقیقت پسندی وغیرہ امام حسین علیہ السلام کی زندگی کے واضح اوصاف و خصائص ہیں لیکن چند سطروں میں آپ کی زندگی پُر برکت کے بعض گوشوں پر نظر ڈالتے ہیں تاکہ ان سے سبق لیتے ہوئے ہم لوگ بھی اپنے آپ کو ان اوصاف و خصائص سے سجانے اور سنوارنے کی کوشش کریں۔

امام حسین علیہ السلام کو نماز، پروردگار سے مناجات، تلاوت قرآن، دعا اور استغفار سے بہت زیادہ انس تھا کبھی کبھی دن و رات میں سیکڑوں رکعت نماز پڑھتے (عقد الفرید جلد ۳، صفحہ ۱۴۳ ـ جس کا شمار اہل سنت حضرات کی اہم کتابوں میں ہے) یہاں تک کہ زندگی کی آخری رات میں بھی خدائے عز و جل سے راز و نیاز اور دعا ترک نہ فرمائی۔ حد تو یہ ہے کہ دشمنوں سے مہلت مانگی تاکہ دل کی گہرائیوں سے اپنے معبود سے گفتگو کر سکیں۔ چنانچہ آپؑ نے فرمایا: خدا جانتا ہے کہ میں نماز، تلاوت قرآن اور دعا و استغفار کو کتنا محبوب رکھتا ہوں (ارشاد مفید، صفحہ ۲۱۴) اس رات کے بعد دن کو یعنی عاشور کے ظہر کے وقت تیروں کی بوچھار کے درمیان نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور اپنے خدا سے گفتگو کی اور ہمیں اور آپ کو سبق دیا کہ ہر مسلمان ہر حالت میں نماز ادا کرے۔

امام حسین علیہ السلام نے عوام الناس کے درمیان رہ کر زندگی گذاری اور کبھی اپنے سماج سے کنارہ کشی کے جویا نہ ہوئے اور سماج کے اونچ نیچ کو جھیلتے رہے۔ دوسروں کی طرح آپ بھی سماج کی خوشحالی اور بدحالی میں برابر کے شریک رہے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ایمان میں پوری استقامت اور ثبات قدم کے ساتھ آپؑ خداوند متعال سے علاقہ مندی اور اس کی محبت سے آپؑ کا قلب منور و مدہوش اور سرشار رہنے کی وجہ سے آپؑ عوام الناس کے ہمدرد، غمخوار اور مددگار رہے۔ ان کی مدد کرتے رہے، اچھے اخلاق سے اور خدا کی راہ سے انہیں روشناس کراتے رہے۔ یہ ساری باتیں روپئے پیسے کی کمی اور بیشی کو پیش نظر رکھ کر نہیں ہوا کرتی تھیں کیوں کہ اسلام میں برتری کا معیار تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ درج ذیل روایات امام حسین علیہ السلام کے اجتماعی اخلاق کا ایک نمونہ ہے:-

"ایک دن ایک مقام سے امام حسین علیہ السلام گذر رہے تھے۔ کچھ فقراء و مساکین اپنی عبائیں بچھائے ہوئے اس پر بیٹھے روٹی کے سوکھے ٹکڑے کھا رہے تھے، جب امام حسین علیہ السلام ان کے پاس سے گذرے تو ان لوگوں نے آپ کو دعوت دی۔ آپ نے قبول فرما لیا اور کھانے کے لئے بیٹھ گئے اور کہنے لگے:

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُتَكَبِّرِيْنَ" یعنی خداوند عالم گھمنڈ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا" پھر فرمایا:- میں نے تمہاری دعوت قبول کی اب تم لوگ میری دعوت قبول کرو۔ ان فقراء نے بھی آپ کی دعوت قبول کر لی اور آپؑ کے ساتھ آپ کے خانۂ اقدس پر گئے۔ حضرتؑ نے حکم دیا کہ جو کچھ بھی گھر میں موجود ہو اسے ان کی مہمانی کے لئے لایا جائے (تفسیر عیاشی جلد ۲ صفحہ ۲۵۷) غرض کہ آپؑ نے اپنے عمل سے سماج کو اس انداز میں انسان دوستی کا درس دیا۔

"شُعیب خُزاعی" کا بیان ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام درجۂ شہادت پر فائز ہوئے تو لوگوں نے آپ کی پشت مبارک پر گٹھوں کے نشان دیکھے۔ جب امام زین العابدین علیہ السلام سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو آپؑ نے فرمایا:- یہ گٹھے اناج کی ان بوریوں کا نشان ہے جنہیں میرے پدر بزرگوار راتوں کو پیٹھ اور کاندھوں پر لاد کر بیواؤں، یتیموں اور فقیروں کو پہونچایا کرتے تھے (مناقب جلد ۲، صفحہ ۲۲۲)

مظلوم کی حمایت اور ستم رسیدہ افراد کی طرف سے دفاع کا جذبہ آپ میں اس قدر شدید تھا جس کا اندازہ ہم "زینب" اور اس کے شوہر "عبداللہ ابن سلام" کے واقعے سے بخوبی معلوم کر سکتے ہیں۔ اس مقام پر اس واقعہ کو نہایت اختصار کے ساتھ

(آگے صفحہ ۱۲)

اِتمامِ حُجّت

عبیداللہ بن زیاد نے اپنے ساتھیوں کو فرزند رسولؐ حسین بن علی علیہما السلام سے جنگ کرنے کی دعوت دی اور انہیں راہ حق و صداقت سے ہٹا دیا۔ اس کے ساتھیوں نے بھی اس کی پیروی کرکے اپنی دنیا و آخرت کو تباہ و برباد اور تاریک کرلیا۔ اس کے ان بدبخت ساتھیوں میں عمر بن سعد بھی تھا جو عبیداللہ بن زیاد کی فوج کا سپہ سالار بنا۔ ابن سعد چار ہزار سواروں کو لیکر اہل بیت رسالت صلوات اللہ علیہم سے جنگ کرنے کے لئے کوفہ سے باہر آیا۔ ابن زیاد بھی اس کی مدد کے لئے پے در پے لشکر بھیجتا رہا۔ یہاں تک کہ چھٹی محرم کی رات کو ایک قول کے مطابق بیس ہزار کی فوج اس کے پاس موجود تھی۔ پھر امام حسین علیہ السلام کے لئے حالات سخت سے سخت تر بنا دیئے گئے۔ آپؑ پر اور آپ کے اہل بیتؑ پر پانی بند کر دیا۔ چنانچہ حضرت ابوعبداللہؑ اور ان کے اصحابؓ پر پیاس کا شدید غلبہ ہوا۔

چونکہ حسین بن علی علیہما السلام لوگوں کی ہدایت کے لئے خدا کی جانب سے منتخب کئے گئے تھے۔ اس لئے ایسے سخت حالات میں بھی دشمنوں کو حق کے راستے کی ہدایت سے ہاتھ نہ اٹھایا۔ اور آپ نے ان کے سامنے بڑے ہمدردانہ لہجے اور سادہ منطق کے ساتھ لیکن مضبوط ارادے کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان سے گفتگو شروع کی۔ ہم ان حضرتؑ کی اس گفتگو کو کتاب "لہوف" جو ایک خلیل القدر شیعہ عالم سید بن طاؤس کی تالیف ہے۔ آپ کے لئے نقل کرتے ہیں:

"امام حسین علیہ السلام کھڑے ہوئے اور اپنی تلوار کا سہارا لیکر بلند آواز میں فرمایا: میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم لوگ مجھے پہچانتے ہو؟" سبھوں نے کہا: ہاں، آپؑ رسولخداؐ کے فرزند اور ان کے نواسے ہیں۔

آپ نے فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں، کیا تم لوگ مجھے پہچانتے ہو کہ میرے نانا رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں؟

سبھوں نے کہا: ہاں، خدا کی قسم۔

آپؑ نے فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ میرے پدر بزرگوار علی بن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں؟

سبھوں نے کہا: ہاں، خدا کی قسم۔

آپؑ نے فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ میری مادر گرامی فاطمۂ زہراؑ بنت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں؟

سبھوں نے کہا: ہاں، بخدا (جانتے ہیں)۔

آپؑ نے پھر فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ میری نانی خدیجہ بنت خویلد ہیں؟ اور وہ پہلی مخدرہ تھیں جو اسلام لائیں؟

سبھوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم (درست ہے)

آپؑ نے پھر پوچھا: تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ حمزہ سید الشہدا علیہ السلام میرے پدر بزرگوار کے چچا ہیں؟

سبھوں نے کہا: خدا کی قسم سچ ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ جعفر طیارؑ میرے چچا ہیں؟

سبھوں نے کہا: خدا کی قسم درست ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ یہ تلوار رسولخداؐ کی ہے جو میرے پاس ہے؟

سبھوں نے کہا: خدا کی قسم آپؑ سچ کہتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ میرے سر پہ جو عمامہ ہے وہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے؟

سبھوں نے کہا: ہاں خدا کی قسم سچ ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ علی علیہ السلام وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پہ سب سے پہلے لبیک کہی اور تمام لوگوں میں سب سے زیادہ علم کے حامل اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے آقا اور مولا ہیں؟

سبھوں نے کہا: خدا کی قسم سچ ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تو پھر کس وجہ سے میرا خون بہانے کو حلال جانتے ہو ــــ؟ جبکہ میرے پدر بزرگوار حوض کوثر کے ساقی ہیں، قیامت کے دن لواء حمد انہیں کے ہاتھوں میں ہوگا۔

سبھوں نے جواب دیا: آپؑ جو باتیں بیان کر رہے ہیں ہم سب باتوں سے واقف ہیں، لیکن آپؑ کے قتل سے باز نہ آئیں گے جب تک آپؑ تشنہ رہ کر جان نہ دید یجئے گا۔"

بقیہ: اپنے جدّ مظلوم پر گریۂ امام زمانہ عج

حضرت بقیۃ اللہ ارواحنا فداہ کی خدمت میں ان کے جد مظلوم کا پرسہ دیں۔ اگر ہوسکے تو ان حضرتؑ کی یاد اور ان کا ذکر کریں تاکہ دوسرے بھی گریہ و بکا کریں اور اگر نہ ہوسکے تو دوسروں سے ان کا ذکر سنیں اور گریہ کریں، کیونکہ دونوں ہی باتیں اجر عظیم کا موجب ہیں ــ عزاداری اور امام حسین علیہ السلام پر گریہ و بکا وہ گرانقدر عمل ہے جو انسان کا رشتۂ ولایت اہل بیت علیہم السلام سے مستحکم اور مضبوط بناتا ہے۔ اور تقرب الٰہی کا بھی بہترین وسیلہ ہے اور مرنے کے بعد آخرت کے خطرناک اور ہولناک سفر کے موقعوں پر انسان کے لئے نجات بخش بھی ہے۔

اصحابِ حسینی کی آخری نمازِ جماعت

عاشور کا دن، ظہر کا وقت، سورج بیچوں بیچ آسمان میں ٹھہرا ہوا، پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا ہے، کرنیں چنگاریاں بنکر ہر چیز کو خاکستر کرنے پر آمادہ، رتیلی زمین سے اٹھنے والی لپٹیں ہر چیز کو جھلسائے دے رہی ہیں۔ تاحد نگاہ پھیلے ہوئے طاغوتی لشکر کے مقابلے میں مٹھی بھر اصحاب حسینؑ، صبح سے مسلسل بڑی بے جگری کے ساتھ برسرپیکار تھے۔ کچھ تو منزل شہادت پر فائز ہو چکے تھے، جو بچے تھے وہ مردان حق آگاہ و آزاد کے سید و سردار امام حسینؑ کے دامانِ سعادت کے زیرسایہ، اپنی پوری توانائی کے ساتھ، اس خوفناک جنگ میں مصروف تھے۔ اور پروانہ وار نواسۂ رسولؐ پر جانیں نچھاور کر رہے تھے۔

"ابوثمامہ صیداوی، جن کا نام نامی عمرو بن عبداللہ تھا۔ انہوں نے جب دیکھا کہ زوال کا وقت آگیا تو امام علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور عرض کی: اے ابوعبداللہ! میری جان آپ پر قربان ہو، میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ لشکر آپ سے جنگ کرنے کے لئے قریب تر آتا جا رہا ہے لیکن خدا کی قسم آپؑ کو اس وقت تک قتل نہ ہونے دوں گا جب تک میں آپ کی خدمت میں قتل ہو کر خاک و خون میں غلطاں نہ ہو جاؤں۔ آقا! میری ایک تمنا ہے اور وہ یہ کہ یہ نماز ظہر آپ کی امامت میں ادا کروں! اس کے بعد خدا کے حضور میں ملاقات کا شرف حاصل کروں۔ حضرت نے آسمان کی جانب سر اٹھایا، پھر فرمایا: تم نے نماز کو یاد کیا خدا تمہیں نمازگذاروں اور ذکر خدا کرنے والوں میں قرار دے۔ ہاں یہ اول وقت ظہر ہے۔ اس قوم سے کہو کہ جنگ اتنی دیر کے لئے روک لے کہ میں نماز ادا کرسکوں۔ حصین ابن تمیم نے جب آپ کے یہ فقرے سنے تو بلند آواز میں کہا کہ آپؑ کی نماز خدائے عزوجل کی بارگاہ میں قابل قبول نہیں۔ حبیب ابن مظاہرؑ نے فرمایا:

اے شرابی غدار! رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند کی نماز قبول نہ ہوگی اور تیری ہو جائے گی؟ یہ سنتے ہی حصین نے حضرت حبیب ابن مظاہر پر حملہ کردیا۔ حضرت حبیب شیر کی مانند اس پر جھپٹے اور تلوار کی ایک ضرب لگائی لیکن تلوار اس کے لگنے کے بجائے اس کے گھوڑے پر لگی اور زمین پر آن گرا۔ ابھی جناب حبیب مارنا ہی چاہتے تھے کہ حصین کے ساتھی اسے اٹھا لے گئے اور اس ملعون کو جناب حبیب ابن مظاہر کے پنجے سے آزاد کرا لیا۔ جناب حبیبؑ جنگ کرتے ہوئے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ پھر حضرت سیدالشہداء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب زہیر ابن قین اور سعید بن عبداللہ سے فرمایا: میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ تاکہ نماز ظہر ادا کرسکوں۔ ان دونوں خاصان خدا نے حکم امامؑ پر عمل کیا اور امام مظلوم کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے آپ کو تیر و سناں کا ہدف بنانے لگے۔ پھر امام علیہ السلام نے کچھ صحابیوں کے ساتھ نماز خوف ادا فرمائی اور کچھ اصحاب بڑھ بڑھ کر آپ کا دفاع کر رہے تھے۔

روایت میں ہے کہ سعید بن عبداللہ حنفی امام علیہ السلام کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے آپ کو تیروں کی زد پر رکھا اور دائیں بائیں جدھر سے بھی تیر آتے آپ بڑھ کر اپنے جسم پر روک لیتے، ادھر امام علیہ السلام کی نماز تمام ہوئی ادھر سعید زمین پر یہ کہتے ہوئے گرے۔ "خدایا! اس جماعت پر لعنت فرما جیسی لعنت تونے قوم عاد و ثمود پر فرمائی تھی اے میرے پروردگار! میرا سلام اپنے عزیز ترین پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہونچا۔ جو کچھ مجھ پر گزری اس کی خبر دیدے اور جو کچھ بھی زخم و جراحت کی شکل میں میں نے مصیبت اٹھائی وہ تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت کے قصد سے اٹھائی۔"

یہ کہکر سعیدؒ راہی جنت ہوئے۔ آپؑ کے جسم پر تلوار اور نیزہ کے زخموں کے علاوہ تیرہ تیر چبھے ہوئے تھے ـــ لیکن جناب زہیر ابن قینؑ چونکہ اس قدر زخمی نہ تھے اس لئے آپ میدان میں جاکر آگ برساتی ہوئی بجلی کی مانند دشمنوں پر لوٹ پڑے اور محمد بن ابی طالب کی روایت کے مطابق ایک سو بیس منافقوں کو واصل جہنم فرمایا اور پھر کثیر ابن عبداللہ شعبی نے مہاجر ابن اوس تمیمی کے ہمراہ آپ پر حملہ کرکے آپ کو شہید کردیا۔ (منتہی الآمال)

عزیزو! ہمیں اس مقام پر یہ دیکھنا چاہیئے کہ نماز کس قدر اہم فریضہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام میدان جنگ میں ظہر عاشور کے وقت، تیروں کی بوچھار کے درمیان .... اور بھوک اور پیاس کا غلبہ بھی تو تھا ـــ غلبہ کا یہ عالم کہ خود سیدالشہداءؑ کے لفظوں میں ـــ آنکھوں کے سامنے زمین سے آسمان تک دھواں ہی دھواں نظر آتا ہے ـ ایسے سخت اور جان لیوا موقع پر بھی ہمیں اور آپ کو عملی سبق دینے پر پوری پوری توجہ ہے۔

نماز ـــ خدا کی عبادت اور اس کے ساتھ راز و نیاز اور مناجات کا وہ مخصوص طریقہ جو عبد و معبود اور خالق و مخلوق یعنی بندۂ مومن کے رشتۂ عبودیت کو محکم اور استوار بناتا ہے۔ نماز ـ توحید اور وحدانیت پرستی کا نغمہ ہے ـ نماز ـ فضیلت اور پاکیزگی کا وہ سرود سرمدی ہے جو ہماری فکر اور ہماری روح کو شرک اور ان گناہوں سے پاک کرتا اور بچاتا ہے جن سے ہمیں روزمرہ کی زندگی میں واسطہ پڑتا ہے ـ نماز ـــ انسان کو برائیوں اور آلودگیوں سے باز رکھتی ہے ـ نماز ـــ مومن کے لئے تقویٰ و پرہیزگاری اور حق پرستی و کامیابی کی ارتقائی منزلوں میں آگے بڑھنے کا سبب ہے ـ جس طرح ترک نماز ایک گناہگار کو شقاوت اور تاریکی کی منزلوں کی جانب لے جانے کا باعث ہے۔

ہم میں سے ہر شخص اپنی روزمرہ کی زندگی میں اپنے مقصد تک پہونچنے کے لئے سرگرم رہتا ہے۔ کام کے لئے انسان کی سرگرمی اور جد و جہد روزانہ کی زندگی کے لئے ایک فطری بات ہے جو لازمی ہے ـ انسان کی یہی جد و جہد اس کے جسم اور اس کی روح کو مسرت و شادمانی عطا کرتی ہے، زندگی کی نئی نئی راہوں کو اس کے سامنے کھولتی ہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ انسان کو اپنے آپ اور تمناؤں اور آرزوؤں میں ایسا محو کر دیتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہی بھلا بیٹھتا ہے اور یہی نہیں بلکہ اپنے خدا کو بھی فراموش کر دیتا ہے جسم اور روح دونوں ہی کو آلودہ کر دیتا ہے، جسم کی آلودگی کی ایک مثال آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

شاید ہی کوئی ایسا آدمی ہو جس کے ہاتھ پیر، لباس، سر اور کبھی کبھی تو پورا جسم روزمرہ کے کاموں میں گندہ نہ ہو جاتا ہو اور اس کو روزانہ انہیں صاف کرنے کی

ضرورت نہ درپیش آتی ہو، یہی وجہ ہے ہم روزانہ نہاتے ہیں، ہاتھ پیر اور چہرہ دھوتے ہیں۔ کپڑے بدلتے ہیں تاکہ ہمارا جسم پاک وصاف ہو جائے۔ ٹھیک اسی طرح میدان زندگی میں روزانہ، اسی قدر یا اس سے زیادہ ہماری روح بھی آلودگی کا شکار ہو جاتی ہے، ایسی آلودگیاں جو ہوا وہوس اور شیطانی آرزوؤں سے جنم لیتی ہیں۔ یہی آلودگیاں ہماری روح کو تاریک بنا دیتی ہیں۔ ہمیں زندگی کے صحیح راستے سے یعنی پاکیزگی، فضیلت تقویٰ اور پرہیزگاری کے راستے سے دور ہٹا دیتی ہیں اور فساد کی راہ پر ڈال دیتی ہیں، خدا کی یاد سے غافل کر دیتی ہیں۔ شیطان کے جال اور شیطانی وسوسوں میں پھینک دیتی ہیں۔

اسی بنا پر ہمیں چاہیئے کہ جس طرح لباس اور اپنے جسم کو پاک وصاف کرتے ہیں۔ دھوتے ہیں اور پاکیزہ بناتے ہیں، دل اور روح کو بھی دھوئیں، پاکیزہ بنائیں، اپنے آپ کو خدا اور پاکی اور کمال کے سرچشمے سے نزدیک کریں، کچھ لمحوں کے لئے اس کی یاد، اس سے راز و نیاز اور مناجات کریں۔ آلودہ اور کثیف روح کو خدائے متعال کے صاف وشفاف چشمے میں دھوئیں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے اپنے صحابیوں سے ایک مختصر سی گفتگو میں یوں فرمایا کہ:

"فرض کرو، تم میں سے کسی کے گھر کے سامنے ایک صاف شفاف نہر بہہ رہی ہے وہ روزانہ پانچ وقت اس میں نہاتا دھوتا ہے، تو کیا ایسی صورت میں اس کے جسم پر کسی قسم کی گندگی رہے گی؟"

سبھوں نے کہا: ہرگز نہیں، اس کا یہ نہانا دھونا اس کے جسم پر کسی قسم کی گندگی نہ رہنے دیگا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: "بس یہ سمجھ لو کہ پنجگانہ نمازیں بھی یہی اثر رکھتی ہیں۔ دن و رات میں پانچ وقت کی نماز (صبح، ظہر، عصر، مغرب، عشاء) کی وجہ سے خداوند کریم اس کی لغزشوں کو بخش دیتا ہے۔ اور اسے پاک و پاکیزہ بنا دیتا ہے۔"

جنگ صفین کا موقع ہے۔ عبداللہ ابن عباس نے امیر المومنین علی علیہ السلام کو دیکھا کہ گھمسان کی لڑائی اور ہنگامے کے درمیان، میدان جنگ میں سورج کی طرف نگاہ ڈالتے ہیں اور ابن عباس امام علیہ السلام کے نزدیک آکر عرض کرتے ہیں: کیا کر رہے ہیں؟ مولائے کائناتؑ نے فرمایا: "سورج کی جانب دیکھ رہا تھا کہ اگر وقت ہو گیا ہو تو نماز ادا کریں۔" عبداللہ ابن عباس کی آنکھیں تعجب سے کھلی کی کھلی رہ گئیں، کہنے لگے: کیا ایسے ہنگامی حالات میں نماز پڑھی جا سکتی ہے؟ "جنگ نے ہمیں نماز سے روک رکھا ہے"۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ان سے کس مقصد کے لئے جنگ کر رہے ہیں؟ .... میں ان سے نماز کے لئے جنگ کر رہا ہوں۔ (بحار، جلد ۸۳، صفحہ ۲۳)

اے سید الشہداءؑ کے عزادارو!

اے مظلوم امامؑ کے ماتمدارو!! نماز پڑھنے میں لذت ہوتی ہے، انسان اپنے خالق سے راز و نیاز کرتا ہے، گفتگو کرتا ہے جب انسان نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور خالق کائنات کے لامتناہی کمال اور لامحدود شکوہ وجلال کے بارے میں سوچتا ہے تو خدائے عزوجل کا والہ وشیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا دل اور اس کی روح خضوع و خشوع اور فروتنی وعاجزی کا پیکر بن جاتی ہے اور زبان تعریف وستائش کے لئے کھولتا ہے۔ پھر فطرت کی آواز پر اس کے کمالات اور اس کی عظمت وجبروتیت کے سامنے سر جھکا دیتا ہے (رکوع) اور پھر سر زمین پر رکھ دیتا ہے۔ (سجود)۔

آیئے! ہم حضرت سید الشہداء علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درس لیں، نماز وعبادت اور دینی فرائض کی انجام دہی کی اہمیت کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ کسی حالت میں بھی، نبرد زندگی کے میدان میں، دشمنان خدا کے درمیان، گناہ کے زہر آلود تیروں کے مقابل میں، نماز کو ترک نہ کرتے ہوئے پورے وقار کے ساتھ ادا کریں۔

بقیہ: اخلاق و کردار

آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

"یزید اپنی ولیعہدی کے زمانے میں، باوجودیکہ اپنے شہوانی جذبات اور جنسی بھوک کو بجھانے کے لئے جملہ وسائل جیسے روپیہ پیسہ، مقام و مرتبہ، رقص و سرور، اور رقاصاؤں کا پورا طائفہ رکھتا تھا.......۔ پھر بھی اس کی ناپاک نظر شوہر دار اور عفیف و پارسا عورتوں پر گڑی رہتی تھی۔ اس کے باپ معاویہ نے بجائے اس کے کہ وہ اس کی بدکرداری اور نفس پرستی پر اپنی ناگواری کا اظہار اور سرزنش کرتا۔ چالبازی۔ حیلہ سازی اور فریب کاری سے اس کے مقدمات و مواقع فراہم کیا تاکہ ایک پاکدامن مسلمان عورت کو اس کے شوہر کے گھر سے علیحدہ کر کے اور اپنے بیٹے یزید کے گناہ آلودہ بستر پر کھنچوا منگائے۔ امام حسین علیہ السلام کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو آپؑ اس ناپاک منصوبے کے خلاف سینہ سپر ہو گئے اور معاویہ کے اس بدبختانہ منصوبے کو پورے طور پر ناکام بنا دیا۔ اور اسلام کے ایک قانون سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، عورت کو اس کے شوہر عبداللہ بن سلام کو واپس کر دیا۔ اور یزید کے سرکش اور آلودہ ہاتھوں کو ایک مسلمان اور پاک و پاکیزہ خاندان تک پہونچنے سے روک دیا۔

آپؑ کی (اس ہاشمی غیرت وہمت) سے یہ بات بالکل کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اسلامی سماج کی عزت وآبرو کی محافظت اپنا فریضہ تصور فرماتے اور اس مسئلے میں آپؑ ہمیشہ پیش پیش رہے۔ آپ کا یہ عظیم کردار اولاد علی علیہ السلام کے فخر ومباہات کے لئے ایک مثال بن گیا اور ٹھیک ہی بنی امیہ کا ظلم وجور اور پست طینتی ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہے گی۔

(الامامۃ والسیاستہ جلد ۱ صفحہ ۲۵۳ اور اس کے بعد)

بے شک جو ہستی نبوت محمدی کی وارث ہو، جو شخصیت علی علیہ السلام جیسے باپ کے عدل وانصاف کی عظمت اور جرأت وہمت کی وارث ہو، جو ذات فاطمہؑ جیسی ماں کے جلال اور درخشندہ فضیلتوں کی وارث ہو، وہ انسانی عظمت وبرتری کا اعلیٰ ترین نمونہ اور اسلامی فضیلتوں کی کھلی ہوئی علامت کیوں کر نہ ہو۔

* * * * *

رباعیات

۱

اے خالقِ ارض زندگی پیدا کر
ذرّات میں رُوح سرمدی پیدا کر
مٹی کو پلا چکا ہے خون شبّیر
اب تو مٹی سے آدمی پیدا کر

۲

یارب اک آیت جلی پیدا کر
سلطان کے بھیس میں ولی پیدا کر
بھرتی ہے سیاست میں جو رُوحِ اخلاق
پھر قلبِ محمدؐ سے علی پیدا کر

۳

اے کوفیو ہوگی جگ ہنسائی اس میں
ہے قدرتِ اعجاز نمائی اس میں
عباس کے عزم کو نہ بیدار کرو
سوتا ہے جلالِ کبریائی اس میں

۴

تہذیب کو اک درسِ گوارا بھی دیا
سیدانیوں کو صبر کا یارا بھی دیا
مقتل میں جو آنے لگا بیمار کو غش
زینبؑ نے امامت کو سہارا بھی دیا

۵

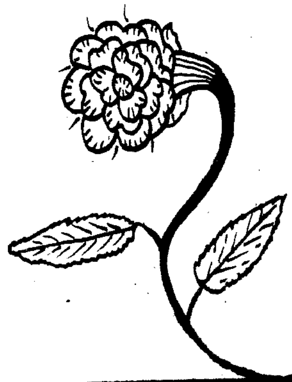

اک شان دعا دستِ کرم میں دیکھو
تفسیرِ جمال اس حشم میں دیکھو
اک دھوپ ہے عباسؑ کے چہرے کا جلال
اس دھوپ کو سایۂ علم میں دیکھو

آزادی، شہیدؑ اور زیارت کا حقیقی مفہوم

آزادی کے یہ معنی نہیں کہ انسان جو نفسانی خواہشات رکھتا ہو اور جس شیطانی ہوس اور حرص و آز کا سودا اس کے سر میں سمایا ہو، اسے بہر صورت پورا کر سکے اور خود اپنے سے اور دوسروں سے مطلقاً غافل ہو کر باطل اور غلط راہوں پر گامزن ہو جائے۔

آزادی کا یہ مطلب نہیں کہ شکم پرستی، نفسانی خواہشات، جنسی شہوات اور مال و جاہ کے حصول میں کسی قید و شرط کا قائل نہ ہوا جائے۔ آزادی کے معنی و مفہوم سے اس قسم کا نتیجہ اخذ کرنا حقیقت میں خود ایک طرح کی "اسیری" ہے جسے شیطان نے انسان کو بطور ہدیہ اور سوغات پیش کیا ہے۔

اسلام میں آزادی کا مفہوم اس قطعاً الگ اور ہٹ کر ہے۔ جسے خدائے کریم نے قرآنی لفظوں میں اس طرح بیان فرمایا ہے اور جس کی تبلیغ و اشاعت کے لئے پیغمبران الٰہی یکے بعد دیگرے آتے رہے:

"......وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ......" (اعراف : ۱۵۷)

پیغمبرانِ خدا آتے رہے تاکہ لوگوں کو گناہوں کے بوجھ اور ان کے اپنے خود ساختہ افکار و نظریات کی زنجیروں سے نجات دلائیں۔

اس لئے اگر ہم کہتے ہیں کہ حضرت سید الشہداء ارواحنا فداہ خدا کی راہ میں شہید ہوئے اور آپ کی وہ عظیم شخصیت ہے جس نے صرف اور صرف خدا ہی کے لئے انقلاب برپا کیا تاکہ جو انسان گناہوں کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں، جو غفلت کی ہتھکڑیوں میں بندھے ہوئے ہیں اور شیطان صفت افراد کے ہاتھوں بہیمیت کی بیڑیوں میں اسیر ہو گئے ہیں، انہیں آزاد کرائیں یعنی ظالم کی اسیری، نفسانی خواہشات کی اسیری اور باطل افکار و عقائد کی اسیری سے آزاد کرائیں تاکہ وحدہٗ لاشریک معبود ہی کی بندگی کریں اور ہر ایک کے دروازے پر سر نہ جھکائیں تو ہمارا یہ دعویٰ اور قول غلط نہ ہوگا۔

امام حسین علیہ السلام شہید ہیں، راہِ خدا کے شہید ہیں۔ اپنے معبود کے معین کردہ اہداف و مقاصد کی بقا کی خاطر شہید ہوئے ہیں۔ ایسے شہید کے لئے قرآن جیسی عظیم ترین اور آفاقی کتاب خدا کی راہ میں شہید ہونے والوں کے بارے میں سورۂ آل عمران کی آیت ۱۶۸ میں ارشاد فرماتا ہے:

" وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝

یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہیں انہیں مردہ نہ گمان کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے حضور میں روزی پا رہے ہیں۔

اس آیۂ مبارکہ کی رو سے اور اس کے علاوہ بھی بہت سی دلیلوں کی بنا پر اس بات میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی کہ امام حسین علیہ السلام کو جملہ شہیدوں میں سب سے افضل و برتر مانا جائے اور ان کی زندگی یقین کیا جائے (ورنہ آیت الٰہی کی تکذیب کا ارتکاب ہوگا جو ہمیں دائرہ کفر میں داخل کر دیگا) اور وہ زندہ ہیں، اور ایسے زندہ جو ہماری ساری گفتگو، ہماری ساری فریاد و زاری سنتے ہیں۔ ہمارے سلاموں کا جواب دیتے ہیں۔ اپنے زائروں، اپنے اوپر گریہ کرنے والوں اور اپنے عزاداروں کے حالات سے پورے طور پر مطلع اور با خبر ہیں۔

اس لئے اے مظلوم سید و سردار کے عزادارو! آؤ اس مظلوم سے گفتگو کریں، راز و نیاز کریں، درد دل کہیں، ان کی زیارت میں عجلت سے کام لیں۔ زیارت........ ہاں زیارت، یعنی ملاقات، ملاقات اسی سے تو کی جاتی ہے جو زندہ ہوتا ہے، زیارت اس سے ملاقات کی تڑپ کا نام ہے، اس سے گفتگو کو کہتے ہیں۔ کیونکہ انسان جس کو زندہ نہیں سمجھتا اس سے ملاقات و زیارت کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

اس لئے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے لازمی ہے کہ ان حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زندہ جانے اور ضروری ہے کہ آپؑ کے الٰہی مقامات و مراتب سے واقف اور ان کا اقرار کرتا ہو۔ انہیں انبیاءؑ اور ائمہ علیہم السلام میں سب سے افضل ہستی کا فرزند گردانے، ان پر درود و سلام بھیجے۔ ان کے عظیم اور بے مثال کارناموں میں اقامت صلوٰۃ احکام الٰہی کے اجراء و نفاذ اور دین اسلام کی محافظت تصوّر کرے۔

ان حضرتؑ کو شہید راہِ خدا جانتے ہوئے ان کے دشمنوں پر لعنت و نفرین کرے۔ اسی کے ساتھ ساتھ زائر و عزادار اپنے آپ کو ان حضرتؑ کی اطاعت و پیروی کی سعادت سے آراستہ و پیراستہ کرے۔ ایسی صورت میں یقین ہے کہ انؑ کی معرفت رکھتے ہوئے ان حضرتؑ کی زیارت سے مشرف و موفق ہوگا۔

بقیہ:—— اے مظلوم آقا ....

گیارھویں حدیث:

سردار شباب اہل الجنۃ حضرت سید الشہداء (ع) کا ارشاد ہے:

"کنجوس وہ شخص ہے جو دوسروں کو سلام کرنے میں کنجوسی کرتا ہے" (بحار الانوار جلد ۱۷)

بارھویں حدیث:

امام حسین علیہ السلام نے اپنے نور نظر امام زین العابدین علیہ السلام سے فرمایا:

"میرے لال! کسی ایسے شخص پر ظلم و زیادتی سے بچو، جس کا خداوند متعال کے سوا کوئی یار و مددگار نہیں" (تحف العقول)

السلام علیک یا اباعبداللہ

اے حسینؑ! اے راہِ ایمان کے راہبر، میں نے سنا ہے کہ بدسرشت کوفیوں، نامردمیزبانوں نے آپکی مادرگرامی، بنت رسولؐ حضرت فاطمۂ زہرا (سلام اللہ علیہا) سے بھی حیا نہ کی ــــ

اے جانِ رسالت حسینؑ! میں جانتا ہوں کہ تیرے جسم مقدس و نازنین کو ہمیشہ نفس پرستی کے بھیڑیوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ شیطان صفت، درندہ خو، عبادتگاہِ نفس کے پجاریوں، ابلیس کے کارندوں نے جرائم پیشہ افراد کے سردار یزید کی قیادت میں تیرے، تیرے اہلبیتؑ اور تیرے دوستوں کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھا۔

اے وہ حسینؑ! جس کے خونِ ناحق کا منتقم خدا ہے، تاریخ بشریت گواہ ہے کہ پلید اور بدکردار بزدل، تیرے بے پناہ خیموں کی جانب گھوڑے دوڑا کر آئے ــــ

اے علیؑ کے لال! سب یک زبان ہو کر کہتے ہیں تیرے دودھ پیتے بچے کو ایک گھونٹ پانی دینے کے بجائے تین پھل کے تیر سے اس کے نازک گلے کی نازک رگوں کو کاٹ کے رکھ دیا اور یہ چھ ماہ کا بچہ اس مچھلی کی طرح سسک رہا تھا، تڑپ رہا تھا جیسے پانی سے مچھلی باہر نکال لیجائے۔ اسی بچے نے جب تیری خون بھری گود میں دم توڑا تو وہ گرگ صفت بڑی بڑی لذت محسوس کر رہے تھے۔

اے باغ نبوت کے گل سرسبد! میں جانتا ہوں کہ جرائم پیشہ لوگوں کا سربراہ اور امیر یزید نے شمر ملعون کی سرکردگی میں اپنے ابلیسی لشکر کو آپؑ کی جانب حملہ آور ہونے کے لئے بھیجا، اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرم نہ کیا۔ اور آنحضرتؐ کی رسالت کا کیا ہی برا بدلہ دیا جیسے خداوند عالم نے فرمایا ہی نہ ہو کہ:

"قُلْ لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی" (شوریٰ : ۲۹)

کہہ دو (اے پیغمبرؐ) میں تم سے اپنی رسالت کا بدلہ اور کچھ نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ میرے نزدیکی قرابتداروں سے محبت کرو۔

خدا کی لعنت ہو اور تمام رسولوں، پیغمبروں، خدا کے صالح بندوں، شہیدوں اور ساری مخلوقات کی ان سبھوں پہ۔

اے جگر پارۂ زہراؑ ے محمدؐ، جب تیرا گھوڑا بغیر سوار کے اس عالم میں کہ زین ڈھلی ہوئی، لگام کٹی ہوئی خیمہ کے در پہ پہونچا تو غموں سے نڈھال نبی زادیاں اور زنانِ ہاشمیان اس کو اس حالت میں دیکھ کر سمجھ گئیں تھیں کہ رسول خداؐ کا دلبند، فاطمۂ زہراؑ کا جگر گوشہ، علیؑ مرتضیٰ کی آنکھوں کی ٹھنڈک .... آہ .... خون میں ڈوب چکا ہے اور اس کا تنِ پاک پارہ پارہ ہو چکا ہے۔

واحسرت و دردا! کہ اس ہولناک منظر کو دیکھنے کے بعد ان پر کیا گذر گئی، سوکھے ہوئے ہونٹ، ایسے ریگزار میں جو گرمی کی شدت سے پورے وجود کو پگھلائے دے رہا تھا، جل رہا تھا، نینوا کا صحرا، پھنکتا ہوا، ذرے ذرے سے چنگاریاں نکل رہی تھیں، ہر قدم پہ لپٹیں اٹھ رہی تھیں، جب شہیدوں کے سید و سردار کی پامال لاش پہ، بوستان محمدؐ کے ان نورس گلوں پر جن کی پنکھڑیاں اس جلتے ہوئے صحرا پہ بکھری پڑی تھیں، ان پر، دھواں اٹھتے ہوئے، شعلوں میں گھرے ہوئے خیموں کے درمیان نگاہ پڑی ہوگی تو کیا بیت گئی ہوگی .... آہ .... کوئی بھی تو ایسی مصیبت نہیں جو حسینؑ کی مصیبت سے بڑھ کر ہو۔

اے ابوعبداللہ! ہر جمعہ کی صبح کو، تیری یاد میں، دعائے ندبہ میں ہم پڑھتے ہیں، نہیں، خدا کے حضور میں زاری کرتے ہیں، نہیں، ہم تیرے لال کو آواز دیتے ہیں۔

"اَیْنَ الطَّالِبُ بِدَمِ الْمَقْتُوْلِ بِکَرْبَلَا"؟ کہاں ہے سرزمین کربلا پر شہید ہونے والوں کے خون کا انتقام لینے والا؟ ــــ یعنی ہر ہفتہ تیری یاد کے ساتھ تیری عزا کے ساتھ تیرے فرزند "مہدی" کے ظہور کا انتظار کرتے ہیں، تاکہ اپنے پرشکوہ انقلاب کے ساتھ تیرے خون کا بدلہ طلب کرے اور تیرے دشمنوں سے انتقام لے۔ اس طرح تیرے جدّ مظلوم کے پاک و پاکیزہ دل اور خدا کے رسولؐ، تیرے پدر علیؑ، تیری ماں فاطمۂ زہرا اور خانوادۂ پاک اور تمام مومنین کے دلوں کو مسرور اور خرّم و شاد کرے۔

بسمہ تعالیٰ

زیارت حضرت سید الشہداءؑ دور سے:

السَّلامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ، السَّلامُ عَلَيْكَ يَا بْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ
السَّلامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

جگر گوشۂ حضرت بتولؑ حسینؑ ابن علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہمارے خاندان سے بارہ امام ہیں۔ سب کے سب ہدایت یافتہ (مہدی) ہیں، جنمیں کے پہلے امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ اور آخری میرا نواں فرزند، امام قائمؑ بہ حق ہے۔ خداوندِ عالم اس کے ذریعہ سے مُردہ زمین کو زندہ کرے گا۔ اور دین حق (اسلام) کو تمام مذاہب پر غالب کرے گا، اگرچہ مشرکوں کو ناگوار ہی کیوں نہ گذرے۔ اس کے زمانۂ غیبت میں، بہت سی جماعتیں راہِ حق سے پھر جائیں گی، اور ایک جماعت دینِ حق پر باقی رہے گی۔ پس اُسے سخت اذیتوں کا سامنا ہوگا اور (دشمنانِ دین) اس سے کہیں گے 'تمہاری فتح ونصرت کا وعدہ کب پورا ہوگا، اگر تم سچ کہتے ہو؟' آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص مہدیؑ کی غیبت کے دوران اذیت و مصیبت جھیلے گا اور (دشمنوں) کے جھٹلائے جانے پر ہمیشہ صبر کرتا رہے گا وہ اس مردِ مجاہد کی مانند ہوگا جس نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمراہی میں تلوار سے جنگ کی ہو۔"

— (کمال الدین صدوق، جلد ۱، صفحہ ۳۱۷)

الیوسی ایشن آف امام مہدیؑ

پوسٹ بکس ۵۰۰۶، بمبئی ۔ ۴۰۰۰۰۹